۱۸۵۷ء

کی جنگ آزادی تک کے

چند حریت پسند اخبار

یہ مقالہ اجلاس منعقدہ دہلی پبلک لائبریری دہلی مورخہ ۴ اپریل ۱۹۶۵ء میں پڑھا گیا

جس کی صدارت جناب ڈاکٹر تارا چند صاحب ماتھر نے فرمائی، اور افتتاح جناب مالک رام صاحب نے کیا

امداد صابری

اردو کے شاعروں اور اخباروں کے لکھنے والے مصنفین نے اپنی زبان اور اپنی قوم و ملک کے لئے بہت کچھ کیا ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان کی خدمات جلیلہ کو بھلایا جا سکتا ہے۔

لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اخبارات کی اہمیت کو ہر بادشاہ اور ہر عقلمند انسان نے سمجھا ہے اور اخبارات نے اپنی قوت و طاقت کا لوہا بڑی سے بڑی طاقت سے منوایا ہے اور سلاطین اور مدبرین سلطنت نے بھی اپنے اقتدار کی بقا کا ایک ذریعہ ان ہی اخبارات کو سمجھا۔ چنانچہ روس میں ۱۷۰۳ء میں جو پہلا اخبار جاری ہوا تھا پیٹر اعظم شہنشاہ روس نہ صرف اس کا ایڈیٹر تھا بلکہ خود تحریر کرتا تھا بلکہ اس کے پروف کے کاپیوں کی تصحیح بھی خود کرتا تھا۔ جیسا کہ اس اخبار کے دو سالوں کے فائلوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ فائل سینٹ پیٹرسبرگ کے شہنشاہی کتب خانے میں اس وقت تک محفوظ ہیں ان پر اس کے خاص قلم کے نشانات اور ترمیمیں موجود ہیں۔

فرانس کا مشہور شہنشاہ نپولین اخبارات کی مدد و اعانت سے فرانس کی رعایا کو اپنا ہم خیال بنا کر تمام اہم معاملات اپنی مرضی کے موافق طے کیا کرتا تھا۔ اس کا قاعدہ تھا کہ وہ جب کوئی اہم کام کرنا چاہتا تھا تو ملک کے بااثر اخباروں میں اپنی رائے کی تائید میں مضامین لکھواتا۔ اس طرح رائے عامہ ہموار کر کے اس کے انصرام میں مصروف ہوتا جس کا نتیجہ فتح و نصرت اور کامیابی حاصل ہوتی۔

پرنس بسمارک اور گلیڈ اسٹون جو عقل کے پتلے مشہور تھے اور تمام یورپ کے امور سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے، جس طرف چاہتے اس کو موڑ دیتے اور کامیابی حاصل کرتے تھے۔ ان کی بھی کامیابی کی اصل کنجی اخباری امداد و اعانت تھی۔

ولایت میں ایک کتاب مختلف صفحات "تاریخ بسمارک" کے نام سے پرنس بسمارک کے حالات میں شائع ہوئی تھی جس کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پرنس نے اخبارات کو ہموار رکھنے کی خدمت اپنے معتمد علیہ ڈاکٹر بش کو تفویض کر رکھی تھی۔ سلطنت کے کسی معاملہ میں اس کو جو پالیسی اختیار کرنی ہوتی وہ پہلے سے اخبارات میں اس کے سلسلے کے تائیدی مضامین لکھوا کر پبلک کو اپنا ہم خیال و ہم زبان بنا لیتا تھا۔ ڈاکٹر بش لکھتے ہیں۔

"پرنس بسمارک فن اخبار نویسی میں ید طولیٰ رکھتا تھا، اور اس کے رموز و نکات کا ایسا ماہر تھا جیسا کہ کسی اعلیٰ درجہ کے اخبار کا تجربہ کار ایڈیٹر ہو۔ مجھ کو دن میں ساعت ساعت اور اکثر آدھی رات اخبار کے کام کے متعلق بلا بھیجتا تھا بلکہ بعض اوقات رات کو خواب استراحت سے دفعۃً بیدار ہو کر طلب کرتا تھا اور جو مضمون اس وقت اس کے ذہن میں آتا اس سے مجھ کو آگاہ کر کے حکم دیتا کہ علی الصباح اخباروں میں شائع کرا دیا جائے۔"

گلیڈ اسٹون کی بھی قریب قریب یہی حالت و عادت تھی کہ وہ اپنے لبرل فرقہ کے اخبارات کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال کرتا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ تمام ملک اس کا ہم زبان ہو کر اسی کا کلمہ پڑھنے لگتا تھا۔

الغرض یورپ میں اخبارات کو اس قدر اہمیت دی جاتی تھی اور دی جاتی ہے کہ اخبارات سلطنت کے رکن چہارم کہلاتے ہیں۔

اخبارات کی طاقت و قوت کو جانتے ہوئے انگریز ہندوستان میں اخبارات جاری کرنا تو کجا پریس بھی لگانے کے حق میں نہ تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ ہم نے ایک غیر ملک پر قبضہ کیا ہے اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہے۔ اس ملک میں اخبارات اور انگریزی راج ایک ساتھ نہیں چل سکیں گے اور ہندوستانی اخبار ہمارے لئے مصیبت بن جائیں گے۔ چنانچہ سر جان مالکم نے اس خدشہ کا اظہار ان الفاظ میں کیا تھا۔

"کیا یہ امید کرنا دانشمندی ہے، یا عقل ہے کہ ہماری کامیابی سے جن لوگوں کی وقعت، دولت و ثروت اور حکومت کا خاتمہ ہو گیا ہے وہ ہماری سرکار سے نفرت و حقارت اور عداوت دور نہ کریں گے اور دوسروں میں پیدا کرنے کی سعی نہ کریں گے۔ کیا خود بخود اس کے زائل ہونے کا امکان ہے۔ اگر نہیں ہے تو پھر ان کے ہاتھ میں اخبارات کی آزادی دے دینا کہاں تک مصلحت ہے اور عقلمندی ہے۔"

چنانچہ اسی پالیسی کی بنا پر جب لارڈ منٹو کے عہد میں نظام حیدرآباد کو وہاں کے ریذیڈنٹ نے ایک مرتبہ ایک پریس تحفہ میں دیا اور اس کا علم جب چیف سیکریٹری کو ہوا تو اس نے اس فعل کو انتہائی خطرناک قرار دیا تھا اور ریذیڈنٹ سے انتہائی خفگی و ناراضگی کے ساتھ پیش آیا تھا۔

ہندوستان میں اخبار جاری کرنے کی ابتدا انگریزوں نے کی اور اس کی وجہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازموں اور انگریزوں کا باہمی اختلاف تھی۔ انگریزوں کے یہ دونوں طبقے برسر اقتدار گروپ کے مخالف تھے۔ چنانچہ جیمز آگسٹس ہکی نے سر فلپ فرانسس کی اخلاقی مدد سے بنگال گزٹ یا کلکتہ ایڈورٹائزر اخبار جاری کیا جس کو ہکی گزٹ کہا جاتا تھا۔ مسٹر ہکی ایسٹ انڈیا کمپنی میں طباعت کا کام کرتا تھا۔ وہ انگریزوں اور خاص طور پر کلکتہ کے معزز انگریزوں سے بخوبی واقف تھا۔ وہاں کے اعمال سے بھی آگاہی رکھتا تھا۔ اس نے اپنے اخبار میں ان کو بے نقاب کرنا شروع کیا۔ جن میں ایک پادری جان زکریا کیرنانڈر بھی تھا جو کلکتہ کے پہلے انگریزی کلیسا کا پادری تھا ہکی نے ان پر یہ الزام لگایا تھا کہ،

"ان کے منافق انڈیا گزٹ کے مالکان کے ہاتھوں وہ ٹائپ فروخت کئے جو انجیل چھاپنے کے لئے ولایت سے ہندوستان بھیجے گئے تھے نیز یہ کہ وہ کمپنی بہادر کے کلیسا کی زمین کا سودا کر رہا ہے۔"

اس الزام کے خلاف پادری زکریا نے ہکی کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا جس کی پاداش میں اس کو چار مہینے کی سزا اور پانچ سو روپیہ جرمانہ ہوا۔ اس سزا کا اثر مسٹر ہکی پر کچھ نہیں ہوا وہ پہلے سے لوگوں کے خلاف اخبار میں لکھتا رہا جس سے مجبور ہو کر گورنر جنرل نے پوسٹ آفس کے ذریعہ اس کے اخبار بھیجنے کی ممانعت کر دی۔

مسٹر ہکی نے گورنر جنرل کے اس فعل کو انتہائی بزدلانہ، غیر مردانہ اور غیر قانونی قرار دیا اور اخبار بجائے بذریعہ پوسٹ بھیجنے کے ہرکاروں کے ہاتھوں بھیجنے لگا۔ اس کے بعد اس نے انتہائی بیباکی سے لکھنا شروع کیا۔ جس کی زد سے وارن ہیسٹنگز اور کلکتہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس بھی نہ بچ سکے۔ جون ۱۷۸۱ء میں اس کی دوبارہ گرفتاری

ہوئی۔ عدالت نے اس کو ایک سال کی سزا اور پانچ سو روپیہ جرمانہ کیا۔ اس سزا کا بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس نے ایام اسیری میں بھی اخبار جاری رکھا اور قلم کی روانی برقرار رکھی جس کے بعد حکومت نے اس کا پریس بند کر دیا جس سے اس کا اخبار بھی بند ہو گیا۔

ولیم گری نے اس اخبار کے بارے میں لکھا تھا۔

"اگر اس عہد کے کلکتے کی سماجی زندگی کا نقشہ دیکھنا ہو تو وہ اس اخبار کی ورق گردانی کرے۔"

اس زمانے میں کوئی صحافتی آئین نہ تھا۔ اگر کوئی اخبار نویس حکومت کے خلاف لکھتا تو اس سے ڈاک کی سہولت چھین لی جاتی سنسر لگا دیا جاتا۔ اس کو جلاوطن کر دیا جاتا تھا۔ ولیم ڈوان نے ۱۷۹۱ء میں اخبار انڈین ورلڈ نکالا۔ یہ اخبار بھی حریت پسند تھا۔ چنانچہ حکومت نے اس پر اشتعال انگیز مضامین لکھنے کا الزام لگا کر اس کے ایڈیٹر کے گھر کی تلاشی لی۔ اس تلاشی کے وجوہ معلوم کرنے کے لئے اس کے ایڈیٹر نے سپریم کورٹ میں درخواست دی جس کا عدالت سے جواب آیا۔ حکومت کی خواہش ہے کہ وہ پہلے جہاز سے انگلستان چلے جائیں۔ ولیم ڈوان نے اس فیصلہ کی اپیل سر جان شور کے پاس کی اور اس میں ان سے ملاقات کی بھی درخواست کی۔ ان کی درخواست منظور ہو گئی اور ان کو گورنمنٹ ہاؤس میں بلایا گیا۔ جب وہ وقت مقررہ پر گورنمنٹ ہاؤس پہنچے تو ملاقات کرنے کے بجائے ان کو گرفتار کر کے زبردستی انگلستان بھیج دیا گیا۔

ڈاکٹر چارلس میکلین نے ۱۷۹۸ء میں بنگال ہرکارہ جاری کیا۔ اس اخبار میں بھی حکومت چونکہ مینی کا سلسلہ شروع رہا ہوا اور ڈاکٹر میکلین نے اپنے ایک مضمون میں غازی پور کے ایک جج اور مجسٹریٹ کی بدعنوانیوں کو آشکارا کیا۔ حکومت نے اس اخبار کے ایڈیٹر اور ڈاکٹر میکلین کو حکم دیا کہ یہ دونوں ان سرکاری افسروں سے معافی مانگیں۔ ایڈیٹر نے تو حکم کی تعمیل کی، لیکن ڈاکٹر میکلین نے معافی مانگنے سے انکار کیا جس پر ان کو جلاوطن کر دیا گیا۔

۱۸۱۸ء میں مسٹر جیمز سلک بکنگھم نے ایک سہ روزہ اخبار کلکتہ جرنل کا اجرا کیا۔ انہوں نے پہلے ہی شمارے میں اخبار نکالنے کے مقاصد کا ان الفاظ میں اظہار کیا۔

"اخبار نویس کا فرض ہے کہ وہ حکمرانوں کے ان فرائض کو برابر یاد دلاتا رہے اور غلطیوں پر ان کو متنبہ کرتا رہے، تیز حق گوئی جو تلخ ہوتی ہے وہ اخبار نویس کا شعار ہونا چاہئے۔"

اسی کے ساتھ انہوں نے یہ بھی اعلان کیا کہ جو شخص اپنی شکایات منظر عام پر لانا چاہتا ہے۔ اس کے لئے ہمارے اخبار کے کالم حاضر ہیں۔ اسی پالیسی کی وجہ سے اس اخبار نے بے پناہ مقبولیت حاصل کی۔

چونکہ اس کا ایڈیٹر آزادی رائے کا قائل تھا اور حکومت سے مرعوب نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے دھڑلے سے حکومت کی بدعنوانیاں چھاپتا تھا۔ جب سنسر شپ کے قانون میں ترمیم کی گئی تو بکنگھم نے اس کو عوامی آفت سے تعبیر کیا۔ اس پر حکومت نے اس کو تنبیہ کی کہ وہ ایسی حرکت سے باز آئے۔ باز آنے کے بجائے بکنگھم نے چیف جسٹس اور کلکتہ کے لارڈ بشپ کے خلاف مضمون لکھا جس پر سرکار نے نامہ نگار کا نام معلوم کیا۔ جب انہوں نے نامہ نگار کا نام نہیں بتایا تو حکومت نے ان کو وارننگ دی کہ اگر ایسی حرکت کے دوبارہ مرتکب ہوئے تو تم کو جلاوطن کر دیا جائے گا۔

لیکن اس دھمکی کا بھی بکنگھم پر کوئی اثر نہیں ہوا، وہ برابر حکومت کے خلاف لکھتا رہا۔ اس نے ایک مضمون میں حکومت کے سیکریٹریوں پر الزام لگایا کہ وہ جی لگا کر کام نہیں کرتے اور اقربا پرستی کرتے ہیں۔ دوسرے مضمون میں اس نے حکام پر الزام لگایا کہ وہ عدالتوں میں بھی دیسی باشندوں کو ڈراتے اور دھمکاتے ہیں۔

آزادی تحریر کے الزام میں لارڈ ہیسٹنگز کے عہد حکومت میں بکنگھم کو دو مرتبہ کلکتہ کے حکام نے جلاوطن کرنے کا حکم دیا لیکن لارڈ ہیسٹنگز نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔ جب لارڈ ہیسٹنگز کا عہد حکومت ختم ہو گیا اور جان ایڈم عارضی گورنر جنرل مقرر ہوئے تو اس دور میں بکنگھم کو جلاوطن ہونا پڑا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے حکمران معمولی معمولی نکتہ چینیوں پر اخباروں کا گلا بے دردی اور بے رحمی سے کیوں گھونٹتے تھے اور ان کے ایڈیٹروں کو جلاوطن کرنے کے نے اوچھے ہتھیار اور قوانین کی مٹی خراب کر کے مکر و فریب کا آزادانہ استعمال کس بنا پر کرتے تھے اس لئے کہ وہ اخبارات کی قوت . . . . . وطاقت سے واقف تھے۔ ان کو مزید پنپنے کا موقعہ دینا نہیں چاہتے تھے۔ اور اسی بنا پر اپنے ہم مذہب اور ہم قوموں کے خلاف بھی کارروائی کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔

اس کے برعکس حریت پسند اور حق گو اخبار نویس بھی سرکار کی ظالمانہ اور انتقامانہ کارروائیوں سے مرعوب نہیں ہوتے تھے اور جلاوطنی جیسی سزا کو برداشت کرتے تھے۔ یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ اس زمانہ میں یہی تین چار انگریزی کے اخبار نکلتے تھے جو سرکار کے خلاف تھے۔ اس عہد میں انگریزی کے اور بھی اخبار شائع ہوتے تھے جو سرکار کے حامی تھے اور اس کے زیر اثر نکلتے تھے۔

انگریزوں کے باہمی اختلافات و دشمنی کی وجہ سے ہندوستانیوں کے لئے اخبار جاری کرنے کا راستہ ہموار ہوا۔ اور ان کو اخبار جاری کرنے کا بھی موقع نہیں ملا بلکہ ان کی وجہ سے ہندوستان میں اخبار بینی کا ذوق و شوق پیدا ہوا اور انہوں نے آزادئ تحریر کی حقیقت کو جانا۔ اسی اثنا میں بنگالی، اردو، ہندی، گجراتی، فارسی زبانوں میں اخبار جاری ہوئے۔

ہندوستان میں مراۃ الاخبار پہلا فارسی کا اخبار تھا جو ۱۸۲۲ء میں جلوہ افروز ہوا تھا۔ اس کے بانی راجہ رام موہن رائے تھے۔ راجہ صاحب نے بھی مسٹر ہکی کی طرح بے انصافی کے خلاف جد و جہد کی اور جب ہندوستانی اخبارات کے حقوق غصب کرنے کے لئے ایڈم نے دسمبر ۱۸۲۳ء کو آرڈی نینس جاری کیا جس کی اہم دفعات یہ تھیں۔ اس کی انہوں نے مخالفت کی۔

(۱) اخبار بغیر لائسنس کے جاری نہیں ہو سکتا۔ (۲) اور جب سرکار چاہے لائسنس ضبط کر سکتی ہے۔

اس آرڈی نینس کے خلاف انہوں نے سپریم کورٹ میں مقدمہ دائر کیا اور اس میں یہ اہم نکات پیش کئے۔

"اس آرڈی نینس کی وجہ سے ان ذہین دیسی باشندوں کی حوصلہ شکنی ہوگی جو انگریزوں کے اچھے نظم و نسق کے متعلق معلومات عوام تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس سے اخبارات کے ذریعہ سے علوم کا فروغ رک جائے گا۔"

"مقامی باشندے اس قابل نہیں رہیں گے کہ حکومت کے افسروں کی غلطیوں اور بے انصافیوں سے آگاہ کریں اور انہیں کوئی ایسا موقع نہیں ملے گا کہ وہ صاف اور دیانتدارانہ طریقے سے رفاہ اور رعایا کے اصل حالات حاکموں تک پہنچائیں۔"

"ہر اچھا حکمران جو انسانی فطرت کی کمزوریوں کا قائل ہے اور اس دنیا کے ابدی حکمراں کی عظمت کا احترام کرتا ہے۔ اسے یہ احساس بھی ضرور ہوتا ہے کہ ایک وسیع سلطنت کے انتظام میں غلطی بھی ہو سکتی ہے اس لئے وہ اس امر کے لئے مضطرب رہتا ہے کہ ہر فرد کو ایسے مواقع حاصل ہوں کہ وہ ایسے امور کی طرف اس کی فوری توجہ دلا سکے جس میں اس کی مداخلت ضروری ہو۔ اس اہم مقصد کے حصول کے لئے واحد موثر ذریعہ یہی ہو سکتا ہے کہ اشاعت

کی مکمل آزادی دی جائے۔"

جب یہ مقدمہ سپریم کورٹ نے خارج کر دیا تو اس کے بعد راجہ رام موہن رائے صاحب نے ملکِ معظم کو ایک درخواست روانہ کی جس کے اقتباسات یہ ہیں۔

"مسلمانوں کے زمانے میں ہندوؤں کو خود مسلمانوں کی طرح سارے سیاسی حقوق، بڑے عہدے، فوجوں کی کمان اور صوبوں کی گورنریاں حاصل تھیں۔ کسی شخص کو صرف اس بنا پر حقوق و مراعات سے محروم نہیں کیا جاتا تھا کہ اس کا مذہب یا مقامِ پیدائش، حاکموں کے مذہب و وطن سے مختلف ہے۔ اب ہندوستانیوں کو وہ مراعات حاصل نہیں۔ آزادیٔ صحافت سے ان کی کچھ تلافی ہو جاتی تھی اور اس آزادی کے سلب ہو جانے سے تو ہندوستانی بے یار و مددگار ہو جائیں گے۔"

"مغل شہنشاہ خواہ کتنے ہی مطلق العنان کیوں نہ رہے ہوں ان کا طرزِ عمل کتنا ہی جابرانہ اور آمرانہ رہا ہو، ایک بات واضح ہے کہ ان میں جو حکمران ہوشمند اور صالح تھے وہ ہمیشہ اپنے صوبائی صدر مقاموں پر وقائع نویس متعین رکھتے تھے ان میں ایک وقائع نگار ہوتا تھا جو سارے واقعات قلم بند کرتا تھا اور دوسرا خفیہ نویس ہوتا تھا جو ہر قابلِ ذکر واقعہ کی خفیہ رپورٹ لکھا کرتا تھا۔ بعض اوقات صوبیدار بادشاہ کا عزیز یا دوست بھی ہوتا تھا۔ اس کے باوجود بادشاہ اس کی بھیجی ہوئی رپورٹ پر پورا یقین کرتا تھا اور صوبیداروں کو ان کی یا ان کے ماتحتوں کی غلطیوں پر معزول بھی کر دیا کرتا تھا۔"

"رعایا اپیل کرتی ہے کہ حضور اپنی لاکھوں کی تعداد میں رعایا کو وحشیانہ طور پر پامال اور برباد کرنے کی اجازت نہ دیں جس طرح پر کہ دنیا کی قومیں ہوئی ہیں اس کے اقبال کا واسطہ دے کر وفادار رعایا اپیل کرتی ہے کہ ہندوستان کے لوگوں کی بھلائی اور فلاح و عدالت کے حوالے نہ کریں۔"

اس اپیل پر بھی کوئی توجہ نہیں دی گئی جب وہ بھی خارج کر دی گئی، تو راجہ موہن رائے انگریزوں کی عادات و اطوار سے واقف تھے، وہ سمجھتے تھے کہ یا تو انگریزوں کو لائسنس دیئے جائیں گے اور ہندوستانیوں کو ذلیل کرنے کے لئے ان کے لائسنس منسوخ کئے جائیں گے اور ان سے عدالتوں میں خاک چھنوائی جائے گی اور کھلی عدالت میں حلفیہ بیان دینے والا ہتک آمیز طریقہ بھی اختیار کرایا جائے گا۔ اور ان دقتوں کے باوجود اگر لائسنس مل بھی گیا تو اس کے واپس ہونے کا خطرہ ہر وقت لگا رہے گا جس سے سکون سے محروم ہونا پڑے گا۔ اس لئے لائسنس لینے کی ذلت سے کہیں بہتر ہے کہ اخبار بند کر دیا جائے۔ چنانچہ راجہ صاحب نے ایسا ہی کیا اور اخبار کو بند کر دیا۔

اخبار سمبد کومودی دسمبر ۱۸۲۱ء میں کلکتہ سے بنگالی زبان میں جاری ہوا۔ اس کے ایڈیٹر و مالک راجہ رام موہن رائے تھے۔ یہ اخبار عوام کی فلاح و بہبود اور اصلاحِ رسوم کے لئے نکالا گیا تھا۔ اس کے ایڈیٹر کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے ہندوستان کے قدیم ستی کی رسم کی مخالفت کی اور اس کے خاتمے کے لئے ہر ممکن کوشش کی اور لارڈ خاص نے لارڈ بینٹنگ کے ہاتھوں ستی کی رسم کا خاتمہ بھی دیکھا۔

ایک دوسرا فارسی کا سلطان الاخبار جو ۱۸۳۵ء کو ہفتہ وار شائع ہوا تھا یہ بھی بے باک، نڈر اور حق گو اخبار تھا کم و بیش اس کا کوئی شمارہ ایسا نہ تھا جس میں انگریزوں کی زیادتیاں، انگریزی عدالتوں اور دفتروں کی بے انصافیاں اور بدعنوانیاں بے باکانہ طور پر نہ لکھی جاتی ہوں۔ اس کے ایڈیٹر رجب علی لکھنوی تھے جن کا قلم مسٹر بکنگھم ایڈیٹر بنگال گزٹ کی قلم سے زیادہ تند، تیز اور موثر تھا۔ اس نے ان کے مقابلہ میں سنجیدگی کے ساتھ نکتہ چینی کرتے تھے۔

اس اخبار کے پہلے ہی شمارہ ۱۸۳۵ء میں ایک انگریز تاجر کے بہیمانہ فعل کا جو اس نے ایک ہندو عورت کے ساتھ کیا تھا ذکر ہے۔ اس خاص خبر کا مضمون یہ ہے ایک ہندو عورت کے بھائی نے ایک انگریز تاجر کے خلاف رپورٹ کی کہ اس نے میری بہن کی عصمت پر حملہ کیا، جب اس انگریز تاجر کو اس کارروائی کا علم ہوا تو اس نے پولیس سے ساز باز کر کے لڑکی کے سارے خاندان کو چوری کے الزام میں بند کرا دیا جہاں اس کی بوڑھی ماں مر گئی۔

سلطان الاخبار کے ایڈیٹر نے اس واقعہ پر یہ مختصر تبصرہ کیا "این است ظلمِ انگریز بر رعیت"۔

دہلی میں مسٹر فریزر ریذیڈنٹ دہلی کا جب قتل ہوا تو ایک ہلچل مچ گئی۔ ایک دم خوف و ہراس کا عالم طاری ہو گیا اور فوراً ہی اس مقدمہ کی کارروائی بھی شروع ہو گئی۔ ایسے نازک موقع پر مولوی رجب علی صاحب کی جرأت و ہمت دیکھئے کہ انہوں نے اخبار میں استغاثہ کی شہادتوں اور عدالتی کارروائیوں پر نکتہ چینی کی۔ استغاثہ کے گواہوں کو دروغ گو کہا اور ان شہادتوں کے بارے میں لکھا کہ جبراً گھڑی گئی ہیں۔ قتل کے ملزموں کی حمایت ہی نہیں کی بلکہ ان کو بے قصور بے گناہ ثابت کیا اور ان کی ہمت و حوصلہ اور بہادری کے خطابات دیئے اور عوام نے ان کے پھانسی پانے کے بعد ان کی ہمدردی میں ان کے مزار پر ساتوں کو چراغاں کیا اور بڑی تعداد میں نمازِ جنازہ پڑھی اس کو نمایاں طور پر اخبار میں چھاپا حتیٰ کہ عدالت کی نیت پر بھی حملہ کیا۔

اس قتل میں خاص طور پر دو اشخاص کو ملزم بنایا گیا تھا ایک کریم خاں اور دوسرے نواب شمس الدین خاں صاحب کو۔ سب سے پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی نے بڑی عجلت کے ساتھ کریم خاں کے مقدمہ کی کارروائی شروع کی جس کی پہلے روز کی مختصر روئیداد سلطان الاخبار میں شائع ہوئی۔

"کریم خاں جب کہ بیان دے رہا تھا اس کے چہرے سے شجاعت کے آثار نمایاں تھے اس کے دل پر ذرہ برابر خوف و ہراس نہ تھا۔ اس جسارت و طاقت کی وجہ سے انگریزوں نے یہ گمان کیا کہ اس نے فریزر کو ضرور قتل کیا ہے۔ کریم خاں تمام دن عدالت میں کھڑا رہا اور بے باکی اور گستاخانہ طریقہ پر گفتگو کرتا رہا۔"[1]

۲۰ اگست کو کریم خاں کو حسبِ آئینِ انگریزی پھانسی دی گئی، چار سو پیادہ و سوار اس کے نگراں تھے۔ گرفتاری کے روز سے پھانسی پانے کے وقت تک کریم خاں کے چہرے پر کوئی ملال و رنج نہیں تھا۔ خبر کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

"از روزِ گرفتاری تا ساعتِ کشتن کدورتے و ملالے بر چہرۂ کریم خاں عیاں نبود۔"[2]

کریم خاں جب دفن کر دیئے گئے تو ان کے مزار پر ہندوستانی عوام نے بے پناہ عقیدت و محبت کا اظہار کیا۔ مزار پر پھول چڑھائے اور ان کی مغفرت کی دعا مانگنے کے لئے شاندار چراغاں کیا۔ اس خبر کو اس اخبار نے اس انداز سے شائع کیا ہے۔

"مسلمانانِ دہلی نے کریم خاں کی وصیت کے مطابق ۲۰ اگست جمعہ کے روز تمام دہلی کی مسجدوں میں کریم خاں کی مغفرت کے لئے دعائیں مانگیں۔۔۔ عوام نے کریم خاں کا نام قتل شہید رکھا ہے۔ اس کے مزار پر ہر ایک شب کو مسلمانوں کا بڑا ہجوم رہتا ہے، چراغاں ہوتا ہے اور بہت سے قوال اس کے مزار پر گاتے بجاتے ہیں رقص بھی ہوتا ہے اور ان دنوں دہلی شہر میں اسی چراغاں و تماشہ کا چرچا ہے۔۔۔ بعض انگریزی اخبار لکھ رہے ہیں کہ اگر کریم خاں کو جلا کر خاک کر دیا جاتا اور ہوا میں اس کی خاک اڑا دی جاتی تو اس کے مزار پر لوگوں کا اس قدر ہجوم نہ ہوتا۔"

کریم خاں کی نعش کے جلانے کے بارے میں سلطان الاخبار نے انگریزی اخبارات کو یہ جواب دیا۔

"کہا جاتا ہے کہ اگر یہ حرکت سرزد ہو جاتی تو عوام زیادہ مشتعل ہوتے اور یقیناً عوام بلوہ کر دیتے۔۔۔ اور ایک قیامت برپا ہو جاتی۔"[3]

جب نواب شمس الدین خاں صاحب کے مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی اور استغاثہ کے گواہ شہادت دے چکے تو کارروائی اخبار میں شائع ہوئی جس میں شہادتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

"فتح اللہ خاں اور کرنل سکنر وغیرہ سرکاری گواہوں کی یہ پوزیشن ہے کہ گواہی دینا نہیں چاہتے لیکن مجبور ہیں اور ان پر زیادتی کی جا رہی ہے اور بیانات انگریزی میں

[1] سلطان الاخبار ۹ اگست ۱۸۳۵ء۔ [2] ایضاً ۱۶ دسمبر ۱۸۳۵ء۔ [3] ایضاً ۹ دسمبر ۱۸۳۵ء۔

ظلم جنگ کے جاری ہے جو حالت جا رہی ہے وہ مخفی نہیں ہے لیکن یہ بھی معلوم نہیں کہ کس قدر ایمان کیا لکھا جاتا ہے۔ اگر معلوم بھی ہو جاتا ہے کہ یہ ادھی جاری ہے تو اس کی تعمیر انکار نہیں کر سکتا۔ اگر تعمیر انکار کرتا ہے تو بیڑیاں پاؤں میں ڈال کر جیل بھیج دیا جاتا ہے۔[1]

مقدمہ اختتام پر پہنچ چکا ہے طرح طرح کی چہ میگوئیاں کی جا رہی ہیں۔ انگریزی اخبارات کا خیال ہے کہ نواب صاحب کو پھانسی کی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ کالے پانی بھیجا جائے گا اس قیاس پر انگریزی اخبارات نے اس سزا کی مخالفت کی اور اپنے انتقامی ذہن کے مطابق یہ سزا تجویز کی۔

"نواب صاحب کو حبس دوام کی سزا ہرگز نہیں ملنی چاہئے بلکہ پھانسی کی سزا ملنی چاہئے تاکہ عوام عبرت حاصل کریں۔ پھانسی بھی اس طرح ملنی چاہئے کہ ان کے پاؤں میں زنجیر ہو اور ان کو سر بازار میں پر گھسیٹتے ہوئے لے جایا جائے۔ اس کے بعد پھانسی دی جائے اور ان کی لاش بھی ان کے مذہب کے موافق دفن نہیں کی جانی چاہئے بلکہ اس کو جلا دیا جانا چاہئے تاکہ کریم خاں کی طرح شہید مشہور نہ ہو اور مزار نہ بنے اور کوئی ہندوستانی قوم نشان بنا کر بازاروں میں علم و تعزیہ نہ رکھ سکے اور یہ جتا سکے کہ یہ ہمارا شہید ہے۔"

اس موقع پر بھی سلطان الاخبار ہی کے ساتھ جواب دیئے بغیر نہیں رہ سکا۔ اور اس نے انگریزی انصاف کا پول اخبار کے ساتھ پردہ فاش کیا۔

"ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ مسلمان اس فعل سے بہت برگشتہ ہو جائیں گے۔ ان کے نزدیک یہ فعل خلاف شریعت ہے۔ اگرچہ نواب کے مقدمے میں کوئی ثبوت نہیں ہے کہ انہیں پھانسی دی جائے۔ اگر عدالت نے انگریزی اخبارات کی تجویز کے مطابق عمل کیا تو یہ فعل چنگیز خان کے افعال سے زیادہ قابل ملامت ہو گا اور اس سے مسلمانوں میں تنفر پیدا ہو جائے گا۔ اگر کوئی انگریز کسی کو قتل کر دیتا تو ہرگز حکام وقت اس کو پھانسی کی سزا نہیں دیتے بلکہ ایک تاریخ مقرر کر کے اس کو رہا کر دیتے۔"[2]

یوں تو اخبار جام جہاں نما اپنے اردو کے ضمیمے کی وجہ سے اردو کا پہلا اخبار مانا جاتا ہے لیکن اگر اس کی ہیئت دیکھی جائے اور اس کو معیار پر پرکھا جائے تو وہ پورا نہیں اترے گا۔ معیاری اخباری اصول کے مطابق دہلی اردو اخبار کو ہی اردو کا پہلا اخبار کہنا چاہئے جو صرف اردو میں ۱۸۳۶ء میں جاری ہوا تھا۔

نہ معلوم کیا بات ہے ہندوستان میں تقریباً جس زبان میں پہلا اخبار شائع ہوا وہ نذر جنگ ہو گیا جہاں شمار ہو کر قربانی ثابت ہوا۔ انگریزی زبان کے پہلے اخبار کے بعد اردو کے پہلے اخبار کی بھی یہی تقدیر ہے۔ اس کے بانی مولانا محمد باقر صاحب تھے جن کی قلم کی زد میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے حکام بھی آ گئے۔ یہ برائی اور ظلم کے خلاف آواز اٹھاتا رہا اور انگریزی غلامی کی لعنت کو ختم کرنے کے لئے انہوں نے ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں عملی طور پر حصہ لیا اور شہید ہو گئے اور یہ اخبار بھی اسی جنگ کی نذر ہو گیا۔ انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کرنے کے بعد کافی حد تک یہاں ہندوستان کی ریاستوں، نوابوں اور بادشاہوں سے لیکن تقریباً کسی کو بھی ایسا نہیں کیا۔ ایک خبر یہاں شکر نجیر ۸ ستمبر ۱۸۴۰ء کے دہلی اردو اخبار میں شائع ہوئی ہے۔

"معلوم ہوا کہ سرکار انگریزی نے راجہ ... کا ملک اس طرح ریاست کر لیا ہے کہ راجہ وہاں کا جو ادا کرنے خزانہ چند کے بہت پس و پیش کرتا تھا لہٰذا لشکر بریں کرنیل سنگھ نے جنرل ... صاحب کے تئیں مع ایک جماعت کے وہاں بھیجا۔ صاحب موصوف نے وہاں پہنچ کے شہر کے تئیں محاصرہ کیا۔ راجہ نے جب قوت مقابلہ کی اپنے تئیں نہ دیکھی تو ناچار ہو کر پیغام صلح کا بھیجا اور قول و قرار کیا کہ ہر قسط میں سوا اس قدر ... خزانہ سرکار کو پہنچایا کرے گا۔ بعد اس قول و قرار کے جنرل موصوف نے ساتھ پیغام خلعت کے راجہ کے تئیں اپنے لشکر میں بلایا۔ راجہ جانے جنرل موصوف کے بے خبر تھا۔ بے خانہ مراتب تجربیں جنرل موصوف کے آیا۔ بعد پہنچنے راجہ کے دو پلٹنوں کے پیچھے سے مامور تھیں، اس نے شہر کے تئیں محاصرہ کیا اور دو پلٹن اور ... راجہ کو گرفتار کر لیا۔"

اس خبر کے لکھنے کے بعد اخبار کے ایڈیٹر نے اپنی غیرت اور ہمدردی کا اظہار اس طرح کیا۔

"اس حرکت کو اکثر دانا لوگ ناپسند کرتے ہیں کیونکہ یہ ... عہد و پیمان کے عہد شکنی خلاف رسم آئین سلاطین ماضی اور حال ہے۔"

۶ دسمبر ۱۸۴۰ء کے شمارے میں انگریزوں کے خلاف کابل کے لوگوں کے جذبات کا اظہار اس خوب صورت انداز سے کیا ہے۔ خبر کی عبارت یہ ہے۔

"کابل حضور سے ایک چٹھی کابل کے حال بے تدبیری اور بے انتظامی صاحبان پولیٹیکل بہت صداقت ہوتا ہے۔ ایک مثال ان کی بے تدبیری کی یہ ہے کہ انہوں نے بکسر ... گودام اور اسباب توپ خانہ کا شہر کے اندر رکھا تھا جو کہ آخر میں سرکشوں کے ہاتھ لگ گیا اور سپاہ انگریزی بغیر اس کے بڑی بلا میں مبتلا ہو گئی۔ مارا جانا سر ... پولیس اور افسروں کا ... چٹھیوں سے ثابت ہو گیا ہے ... قندھار میں بھی چند افسر کام آئے ..."

اخبار نے اپنے رائے یوں دی۔ "اس میں شک نہیں کہ اس طرف کے لوگ گزشتہ مذہبی اور ملکی دونوں طرح کا کینہ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا فرنگی نے اس ظالم بادشاہ و شاہ شجاع کو ہمارا حاکم بنایا ہے۔"

انگریزی عملے کی بدعنوانیوں کا بھی یہ اخبار پردہ چاک کرتا تھا۔ کلکٹر نے ... پرستی کے تحت ایک ملازم کو علیحدہ کر دیا تھا جس نے ایک چٹھی بغرض وضاحت معاذ کی۔ اس چٹھی کا ترجمہ ۲۰ جون ۱۸۴۰ء کے دہلی اردو اخبار میں شائع ہوا۔ اس کا اقتباس اور ایڈیٹر کی رائے درج کی جاتی ہے۔

"ہمارے صاحب کلکٹر بہت بے لیاقت ہیں اور کچھ دریاب امورات سلطنت روزی کے نہیں جانتے ہیں۔ صاحب چٹھی بیان کرتا ہے کہ ہم نے خدمت گورنمنٹ کی پچیس تیس برس کی ہے اور اس قدر مدت میں ہمارا عہدہ درجہ بدرجہ بڑھا لیکن ماسٹر ... ہوا اور فوت کر دینے ہماری خدمتوں کا اور پھینک دینے کو ہمارے تئیں اس بلندی سے جو کہ ہم نے پچیس برس میں حاصل کی تھی اور فقیر و تباہ کر دینے کو ہمیں اور تصور ہماری طرف یہ رکھا کہ تمہیں لیاقت کام کی نہیں ... مگر حقیقت میں مطلب اصلی ان کا یہ تھا کہ ان کے رشتہ دار اور اپنے آدمی ... دور دراز سے آئے ہیں اور صاحب کو پرورش ان کی تہہ دل سے منظور ہے۔"

اس چٹھی پر یہ تبصرہ ایڈیٹر صاحب نے فرمایا۔

"اس مضمون مندرجہ چٹھی ہماری رائے میں درست ہے۔ ہندوستانی عملہ ناحق بدنام ہے۔ اگر ان کی تنخواہ بھی قرار واقعی ہو جائے تو مثل ملکان انگریزی کے مرتشی بھائی ان کی مقرر ہو جائیں ... اس وقت یہ ہر ایک کلکٹر و مجسٹریٹ اور ڈپٹی کلکٹر ان کو امور جہاں ... عوام پر تو وہ عادات انگریز لوگ انگریزوں کے بیان کرتے ہیں وہ انہیں ہندوستانیوں میں منسوب کرتے ہیں۔"

دہلی اردو اخبار کی طرح "آفتاب ہند بنارس" بھی آزاد خیال اخبار تھا جس کے بانی بابو کاشی داس مستر تھے۔ ان کو انگریزی غلامی بری طرح کھٹکتی تھی۔ یہ بھی سرکار کی انگریز پرستی پر نکتہ چینی کرتے تھے اور سرکار کی بے انصافی بے ایمانی پر بلا خوف و خطر تبصرہ فرماتے تھے اور جس وقت بھی انگریز حکومت کے خلاف نفرت پیدا کرنے کا موقع ملتا اس کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ انگریز جہاں اپنے مذہب کے پھیلانے میں دیوانہ تھا وہاں ہندوستانیوں کو عیسائی بنانے کا شوق تھا۔ وہاں انگریزی حاکموں کی یہ حالت تھی کہ اگر کسی انگریز سے کوئی ہندوستانی قتل ہو جاتا تو اس کو بچانے کے لئے ناپاک ہتھکنڈے استعمال کرتے تھے اور بے انصافی کا تیر مارتے تو معمولی سزا دے دیتے تھے۔ چنانچہ ایک انگریز نے جو جبل پور ... میں ایک ہندوستانی کو گولی کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا۔ عدالت میں مقدمہ گیا تو اس کو صرف ایک سال کی سزا سنائی گئی۔ یہ خبر ۳ مارچ ۱۸۵۳ء کے شمارے میں چھپی ہے۔

[1] سلطان الاخبار ۱۸ اگست ۱۸۵۷ء۔ [2] ایضاً ۱۵ ستمبر ۱۸۵۷ء۔

میں ایک شخص انگریز نے ایک دربان کو ضرب گولی سے ہلاک کر دیا۔ گرفتار عدالت ہوئے۔ چنانچہ ۱۷ جنوری سنہ حال کو مقدمہ مذکور عدالت سپریم کورٹ میں دائر ہو کر اظہارات سے گواہان کے ظاہر ہوا کہ بروز جا بجا شاہ کے وقت مسٹر مسلی و مسٹر جنٹ اور مسٹر لی و مالٹن چار شخص انگریز ہمراہ بگھی سواری درواڑہ ... کے پہنچ کر شکار کرنے میں مشغول ہوئے اور دربان بادیر صورت ملازم ہوا انہوں نے منا کیا اور اندر جانے کا کہا اور ... ہاتھ میں بندوق مستعد ضرب ہوئے۔ لیکن وہ دربان مانع ہی رہا۔ اسی اثنا مسلی صاحب نے بہ غضب ہو کر بندوق چلایا اور نظام سنگھ پیادہ ضرب گولی سے مجروح ہوا اور بعد کچھ دیر کے جاں بحق ہو گیا ... انگریزان گرفتار ہوئے اور مسٹر مسلی صاحب بحضور جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر چوبیس پرگنہ کے اس طرح پر معلوم ہوتے کہ میں نے بہ ارادہ ہلاکت کے بندوق سر نہیں کیا اور نظام سنگھ سے عداوت کچھ نہیں تھی کہ اس کو مارتا مگر واسطے حفاظت جان اپنی کے بندوق سر کیا تھا اور چلا ارادہ تھا کہ گولی اس کے ما فوق کے درمیان نکل جاوے گی مگر نشانہ نے خطا کیا کہ گولی اس کے کان میں اتر گئی کہ وہ مر گیا۔ صاحبان کونسل نے سوال و جواب میں کوتاہی نہیں کی اور جوریوں کی تجویز نے مسٹر مسلی مجرم ٹھہرے۔ جناب صاحب جج بہادر نے ان کے حق میں یہ حکم صادر فرمایا کہ بہ معاملہ رہائی پاویں مسٹر مسلی ایک برس تک بحالت مقید میں اور بہ جرم کرتے تل ودنگ کے تم اقید میں کچھ تکلیف نہ ہوگی سیر کتب بجزیہ کریا کرو ——— اس کو عدالت شاہی کہتے ہیں کہ جس میں جان رعایا جاوے اور داد خواہ وادہ نہ پاوے ۔ ۔ ۔ اگر کسی ہندوستانی سے ایسا جرم ہوتا تو جنگ سزا کو پہنچتا۔"

اسعد الاخبار اگرچہ معتدل پالیسی کا حامی تھا لیکن وہ بھی جب انگریزوں کا جبر اور زیادتی دیکھتا تو اس کا قلم بھی نکتہ چینی کے بغیر نہیں رہتا تھا اور اس میں بھی ایسی خبریں شائع ہوتی تھیں جن سے عوام کو انگریزوں کی مکاریوں کا علم ہو جاتا تھا۔ چنانچہ جب بارہ برس کی ایک ہندو لڑکی کو مشنریوں نے عیسائی بنا لیا اور لڑکی کے وارثین نے مشنریوں کے خلاف مقدمہ دائر کیا جس کا فیصلہ ان کے حق میں نہیں ہوا بلکہ عیسائی مشنریوں کی حمایت و حفاظت میں ہوا تو اسعد الاخبار نے اس مقدمہ کی کارروائی شائع کی اور مقدمے کے فیصلہ پر ۱۰ اگست ۱۸۵۵ء کے پرچے میں نکتہ چینی کی۔

"خبر حاسد: مدارس کو ہندوؤں کی ایک بارہ برس کی لڑکی نے جو پادریوں کے مدرسہ میں پڑھنے جاتی تھی، نصاریٰ کا مذہب قبول کیا اور پادریوں کے گھر میں رہنے لگی اور اس کا اصطباغ بھی ہو گیا۔ ہندوؤں نے صاحب جج کے محکمے میں نالش کی کہ یہ لڑکی ہنوز نابالغ ہے مذہب کا نیک و بد کچھ نہیں سمجھتی محض پادریوں کے بہکانے سے اور مال کی طمع دینے کے سبب سے عیسائی ہوگئی لازم ہے کہ اس لڑکی کو ہمارے سپرد کرو۔ جج نے ان کی نالش نامسموع کی ——— حاکم سند عدالت پر بیٹھ کر جب پادریوں کی طرف داری کرے تب ملی معاملہ کون ہوا اور انصاف کون کرے۔ ۔ ۔ پادری لوگ جمیع مذاہب کو روئے زمین سے نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں اور سب کے سب خوف و خطر کھاتے بیٹھے ہیں۔"

انگریزوں نے ہندوستانیوں کے ساتھ اپنے دور حکومت میں ظلم و ستم کے عجیب و غریب طریقے اختیار کئے تھے جن سے ہندوستانیوں کے دل و دماغ میں ان کے متعلق طرح طرح کے خدشے پیدا ہوتے تھے جو ان سازشوں ملتان میں مولوی سے انگریزوں کا مقابلہ ہوا تھا کلکتہ کے لوگ ڈاکٹری کے مدرسہ میں جانے سے گریز کرتے تھے اور جن پریشانیوں کا اظہار کرتے تھے وہ اسعد الاخبار کے شمارہ ۲۰ جنوری ۱۸۵۵ء میں شائع ہوئی ہیں۔

"شہر کلکتہ کے نافہم لوگوں میں مشہور ہے کہ ڈاکٹری مدرسہ میں موٹے جسیم آدمیوں کو پکڑ کر خون اور چربی اور مغز نکالتے ہیں کہ اس سے کچھ ایسی شئے بناتے ہیں کہ جس سے مطالب تشخیص ہو جائے سو اس خوف سے جسیم اور فربہ آدمی چھپے پھرتے ہیں۔ ایک دن چند کہاروں کو پکڑنے کے لئے برقنداز دوڑے، کہار ڈرے کہ ہمیں چربی نکالنے کو پکڑیں گے، بازار کی طرف بھاگے اور اوسان کے جاتے اور غل شور کا ایسا ہنگامہ برپا ہوا کہ بازار لٹ گیا۔"

انگریز ہندوستانیوں کے لئے روز بروز جو پریشان کن حرکتیں کرتے تھے، اخبارات ان کو کسی نہ کسی صورت سے شائع کر دیتے جو ہندوستانیوں کے ذہنوں میں پیوست ہوتی جاتی تھیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام ہندوستان میں ۱۸۵۷ء میں انگریز کے خلاف علم بغاوت بلند ہوا اور پہلی جنگ آزادی شروع ہو گئی جس میں دہلی اردو اخبار، صادق الاخبار دہلی، سراج الاخبار دہلی، گلشن نوبہار کلکتہ، سلطان الاخبار کلکتہ، حبیب الاخبار بدایوں اور عمدۃ الاخبار بریلی نے سرگرم حصہ لیا۔

جنگ شروع ہوئی دہلی اردو اخبار، صادق الاخبار، سراج الاخبار دہلی میں جنگ کی خبریں چھپنی شروع ہو گئیں۔ جذبات کو برانگیختہ کرنے والی نظمیں، پر جوش و دلولہ انگیز باغیانہ مضامین ونصیحتیں روزانہ شائع ہونے لگیں۔ علمائے کرام کا انقلابی فتویٰ بھی اخبار کی زینت ہوا۔ روحانی بزرگوں کے خواب جس میں انگریزوں کی حکومت کے خاتمہ کی بشارت دی گئی تھی ان کو بھی نمایاں طور پر اخبار میں جگہ دی جاتی تھی۔ ایران کا بادشاہ مع جمہ فوج کے درمیان جنگ ہندوستان پر حملہ کرنے والا ہے۔ اس قسم کی خبریں عوام کو اور مجاہدین کو اطلاع دینے کے لئے چھاپی جاتی تھیں۔ ہندوستان کے کس کونے سے مجاہدین کا آنا اور مجاہدین کے جنگی بہادرانہ مقابلے تفصیل سے دیئے جاتے تھے اور یہ بھی بتایا جاتا تھا کہ ہندوستان کے فلاں مقام، فلاں جگہ پر انگریزی فوج کا مجاہدین نے قلع قمع کر دیا ہے۔

دہلی میں مجاہدین نے پہلے روز انگریزوں پر حملہ کیا، قتل و غارت گری ہوئی۔ اس روز کی کارروائی دہلی اردو اخبار مورخہ ۱۷ مئی ۱۸۵۷ء میں اس انداز سے شائع ہوئی ہے کہ جیسے ایڈیٹر اس کے لکھنے کے لئے عرصہ سے تیار بیٹھا تھا۔

"۔ ۔ ۔ روز دوشنبہ ۱۶ تاریخ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن و فی لیلۃ القدر سنہ رواں مطابق ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء عیسائی کو باعث موسم گرما اول وقت کچہری ہو رہی تھی۔ صاحب مجسٹریٹ محکمہ عدالت میں سرگرم حکمرانی تھے اور سب حکام اپنے اپنے محکموں میں سرگرم اجرائے احکام تھے اور حکم قید اور جس سزائے جسمانی و قلمی مجرمین وغیرہ جاری ہو رہی تھی کہ سات بجے کے بعد سے خبر ہوئی یعنی دروغ پن سے آ کر خبر دی کہ صبح کو چند ترک سوار چھاؤنی میرٹھ کے پل سے اتر کر شہر اور ہم لوگوں پر ظلم و زیادتی کرنے لگے اور محصول محمد کو لوٹنا چاہا۔ ۔ ۔ ۔ انہوں نے محصول گھر سڑک کا اور بنگلہ صاحب سڑک کا وثقتہ سڑک سلیم پور سے پھونک دیا۔ ۔ ۔ ۔ قلعہ دار جنہ صاحب و ڈاکٹر صاحب و میم لوگ وغیرہ دروازے میں مارے گئے اور سوار قلعہ میں چلے گئے۔ حضور اقدس بھی دستار مبارک زیب سر اور شمشیر و ڈھال زیب کمر فرما کر تشریف فرما دربار ہوئے۔ شہر میں اول چند سوار آئے اور دریا گنج کے انگریزوں کو مارتے ہوئے اور وہ بنگلہ جلاتے ہوئے پیش اسپتال زیر قلعہ آئے۔ ڈاکٹر چمن لال کو بھی دار الشفا محل میں پہنچا دیا۔ کہتے ہیں بڑے صاحب و قلعہ دار و ڈاکٹر وغیرہ چند انگریز کلکتہ دروازے پر کھڑے ہوئے دوربین لگائے سڑک میرٹھ کا حال دریافت کر رہے تھے کہ وہ سوار آئے۔ ان میں سے ایک نے تمنچہ اپنا چلایا اور ایک انگریز کو مار گرایا اور باقی جو بچ کر آئے حسب تحریر مذکور بالا بعد دروازہ قلعے میں آ کر مارے گئے اور پھر اور سوار بھی آ پہنچے اور شہر میں غل ہو گیا کہ فلاں انگریز وہاں مارا گیا اور فلاں انگریز وہاں پڑا ہے۔ سنا گیا ہے کہ ٹیلر صاحب پرنسپل مدرسہ بھی یہیں بند تھے۔ اس دن تک بچ کے وہ زندہ باقی تھا، اور کوئی روٹ دنیا کی ہوا کھائی تھی کہ دوسرے دن یوم سہ شنبہ قریب دوپہر اسی تھانے کے علاقے میں مارے گئے۔

یہ شخص مذہب عیسوی میں نہایت متعصب تھا اور اکثر نا واقف لوگوں کو اغوا کیا کرتا تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر چمن لال کا خون بھی اسی کی گردن پر بار عجیب
شان و بزدلی ہے کہ یہ شخص نہایت مالدار تھا قریب دو لاکھ روپیہ اس کا بنک کلکتہ و دہلی میں جمع تھا اور چند بنگلہ وغیرہ و کرایہ کوٹھی کے علاوہ تھے
اور یہ روپیہ بھی اس قدر سعی و کوشش سے جمع کیا تھا کہ صرف ڈیڑھ آنہ یا چار پیسے روز اپنی ذات کے صرف طعام میں لاتے اور باقی سب
داخل بنک۔ دن رات میں جو وقت فرصت ہوتا تھا اسے حساب و کتاب زر بنک میں صرف کرتے تھے کپڑے بھی صرف ضرورتاً قابل جلسہ
اہل جلسہ کے پہنتے تھے لیکن قابل عبرت ہے حال و نتیجہ دولت کا کہ باوجود اس زر کثیر کے دن بھر لاشہ برہنہ خاک و خون میں غلطاں پڑا رہا
دیکھنے والے کہتے تھے کہ فقیری لباس اس وقت تھا اور منہ پر خاک مل رہی تھی ۔۔۔ یہ مسٹر ڈ صاحب بنک والا اور یہ انگریزی میگزین میں پہنچ گیا
تھا بنگلہ وہ بنک تھا بہت نزدیک تھی، باوجود ممانعت اور انگریزوں کے برائے انتظام کوٹھی و خزانہ بنک بذات خود گیا کہ میم اور بچوں کو لیکر آتا ہوں
سنا گیا کہ کوٹھی میں جا کر ایک اور انگریز سے (جس کو رکھا تھا کہ خانساماں نے جا کر اس حال کی خبر دی) پوچھا کہ کتنے سوار آئے ہیں اس نے
کہا ابھی تو میں پچیس سنے گئے ہیں۔ پچیس کیا ہیں جو کر کیا کر ادھم جاتا ہے اپنے واسطے خرابی ہوگی۔ ہمارا کیا کر سکتا ہے اور اپنے بھائی بندوں
کا نقصان کرے گا یہ کہہ کر کہ اچھا جن کا بندوبست کرو سب کنجیاں وغیرہ دیکھو میم وغیرہ کے ہمراہ لڑکیاں و چھوٹی اور بچے جو تھے اور
ہمراہ کوٹھی کے کمرے میں چلے گئے اور خانساماں سے کہہ دیا کہ اگر کوئی پوچھے تو کہہ دینا کہ صاحب کہاں گئے ہیں۔ انجام کار سنا گیا کہ ایک سوار خانساماں۔
۔۔۔ اور باقی ان سب کو مار ڈالا اور کوٹھی بنک لٹ گئی اور آگ لگا دی گئی کہ جل کر خاک سیاہ ہو گئی۔"

دہلی میں جنگ شباب پر تھی، مجاہدین غلبہ پا رہے تھے ۱۸ ذی الحج ۱۲۷۳ھ کے شمارہ میں قتل اعادوین کے تحت یہ خبر شائع ہوئی ہے۔

"بہت شکر ہے خداوند تعالیٰ کا کہ تین دن سے فوج ظفر موج واسطے تنبیہ و قلع قمع نصاریٰ بدکردار کے بیرون شہر گئی ہے۔ ہر روز فتح و نصرت نصیب ہوتی
بتائی جاتی ہے اور رات کو بھی باہر رہتی ہے۔ کل کی رات کئی دفعہ گورے گروہ گروہ ہو کر مورچے سے حملہ کیا مگر فوج منصوری نے تعاقب کیا سب گوروں کو
میں پہنچا دیا اب امید ہے کہ جلد صفائی کی جاوے۔ یہ بھی سنا گیا تھا کہ کمانڈر انچیف صاحب کا کہیں سے کچھ مدد آتا تھا سو وہ بھی چھین لی گئی اور وہ بھاگ گئے۔"

۲۶ مئی ۱۸۵۷ء کے اخبار میں ایک خواب درج ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰؑ سے اس جنگ کے بارے میں گفتگو ہوئی۔

"اکثر ابرار کہتے ہیں کہ لوگوں کو عبث یہ خیال ہے کہ انگریز حفاظت وغیرہ سے بچیں گے بلکہ ان پر یقینی مرنا بتلاتے ہیں۔ اب انگریز جس جگہ جاویں گے
امان نہ پاویں۔ ایک بزرگ نے عالم رویا میں دیکھا کہ گویا ہمارے حضور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰؑ سے فرماتے ہیں کہ تمہاری امت نے بہت
سر اٹھایا اور میرے نام کے دشمن ہیں اور دین میرا مٹانا چاہتے ہیں سو حضرت عیسیٰؑ نے کہا یہ میری امت نہیں میرے چلن پر نہیں یہ شیطان کی امت میں ہو گئے
ہیں پھر آنحضرتؐ نے امیر کا کام فرمایا تب حضرت عیسیٰؑ نے تلوار حضرتؐ کے حضور میں حاضر کی کہ یہ تلوار حضور کی خاطر ہے سو حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت علی
کرم اللہ وجہہ کو دو جب وہ ان کو دینے لگے تو انہوں نے لیکر کہا کہ حضرت حسینؓ کو دو غرض وہ تلوار حضرت امام حسینؓ کو دی گئی بعض آدمی اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ
جس دن پہلے ترک یہاں آئے تو آگے آگے ان کے سانڈنی سوار بھی دیکھے گئے جن پر سبز پوش سوار تھے پھر وہ دفعتاً نظر سے غائب تھیں صرف ترک سوار قتال کرتے تھے
بلکہ جو شخص انگریز کو پاتا گھیرے اور لکڑی کی طرح کاٹ ڈالتا تھا اور بڑی طرح سے ٹانگ گھسیٹ کر پھینک دیتا تھا۔"

دہلی میں جب تک جنگ آزادی جاری رہی اس وقت تک دہلی اردو اخبار نے اپنے صفحات جنگ آزادی کو کامیاب کرنے کے لئے وقف کر رکھے تھے بلکہ
اس کے بانی مولانا محمد باقر صاحب نے قلم کی جنگ کے علاوہ تلوار سے بھی انگریزوں سے جنگ لڑی اور جس وقت جنگ میں ناکامی ہوئی اور انگریز دہلی پر قابض ہو گیا تو اخبار
بند ہونے کے ساتھ مولانا محمد باقر صاحب انگریزی گولی کا نشانہ بنے اور جام شہادت نوش کیا۔

صادق الاخبار اور سراج الاخبار میں بھی جنگ آزادی کے سلسلے میں خبریں چھپتی تھیں اور زمانہ جنگ کے اخبار جنگی خبروں سے بھرے رہتے تھے۔ چنانچہ بہادر شاہ ظفر کے
مقدمہ میں باغیانہ مضامین کے سلسلے میں دہلی اردو اخبار کے ساتھ صادق الاخبار، سراج الاخبار کے پرچے بھی اس جنگ کے زمانے کے شامل ہیں اور خاص طور پر صادق الاخبار
ایران و افغانستان کی فوج کے ہندوستان میں آنے اور انگریزوں پر حملہ کرنے والی خبریں شائع کرتا تھا۔ چنانچہ ۱۰ ذی قعدہ ۱۲۷۳ھ کے شمارے میں "خبر پشاور" کے عنوان کے
تحت اسی قسم کی خبر شائع ہوئی ہے۔

"ایک دوست کی زبانی ایک قاصد آنے والے خاص پشاور کے ساری میں کہ کئی ہزار سپاہ نے بہت سے انگریزوں کو قتل کیا اور یہاں سید محمد اکبر
والی سوات کو شہر دین دار میں تخت شاہی پر بٹھایا اور ان کا انتظام بخوبی کرا کر لاہور کو آن گھیرا اب اہل لاہور محصور ہیں۔ یقین کہ سپاہ منصور اور
شجاعت ذاتی فتح حاصل کرے اور جو قرضہ بہت گورے لب گور ہیں وہ گور ہوں۔ کہتے ہیں کہ سپاہ اہل اسلام جا بجا تھانہ بادشاہی تا بلاہور بٹھاتی
چلی آتی ہے اور ارادہ رکھتی ہے کہ بعد فتح لاہور مقام پنجاب و دیگر مقامات و شستان شاہی کو زیر ہو کے قدمبوسی حضور انور حاصل کرے۔ سنا گیا کہ اب
گورے اور انگریز تمام پنجاب میں باقی نہیں رہے۔ اگر قدرے قلیل ہیں تو کرنال و علی پور میں سو اب ان کا محاصرہ بھی ہوا جاتا ہے۔ ہمارے اہل شہر
خاطر جمع رکھیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر مہربان ہے اور جو وہ کرے گا کوئی فعل بے جا حکمت سے نہ ہوگا۔"

سراج الاخبار کے بانی بہادر شاہ ظفر جنگ آزادی میں حصہ لینے کے جرم میں جلا وطن کئے گئے اور صادق الاخبار کے ایڈیٹر محمد جمیل صاحب کو اسی بغاوت
کے الزام میں تین سال کی سزا دی گئی سلطان الاخبار ۱۸۵۷ء میں گلشن نوبہار کے ایڈیٹروں پر مقدمات چلائے گئے۔ گلشن نوبہار کو یہ سزا دی گئی کہ اس کا پریس ضبط کر لیا۔
عمدۃ الاخبار جو بریلی سے نکلتا تھا اس جنگ آزادی میں روہیل کھنڈ کے انقلابی قائد خان بہادر خاں کا یہ اخبار حامی ہو گیا تھا اور عمدۃ الاخبار کا تتمہ
الاخبار نام رکھ کر جنگ آزادی کی حمایت میں پروپیگنڈہ کرنے لگا تھا۔ اس کو بھی یہ سزا دی گئی کہ اس کا چھاپہ خانہ ضبط کر لیا۔
حبیب الاخبار بدایوں نے مجاہدین کی حمایت کی۔ اس کی پاداش میں اس کے ایڈیٹر کو سزا ملی اور پریس بھی ضبط ہوا۔
اگر کسی قوم، جماعت یا طبقہ یا ادارہ میں جرأت مجاہدانہ نہیں ہے تو وہ قوم، جماعت یا طبقہ زندہ رہنے کے قابل نہیں ہے۔ اسی نظریہ کے تحت
میں نے اخبارات کو اس کسوٹی پر پرکھا اور بہت مختصر طور پر جنگ آزادی ۱۸۵۷ء تک کے حالات کا جائزہ لیا، جس کے بعد میں الحمد للہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستان
کے اخبار اس اعتبار سے بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں اور وہ مجاہدانہ اور حریت پسند زندگی کے حامل تھے
ان حریت پسند اخباروں نے ملکی قومی خدمات کے علاوہ ادبی، تاریخی، تعلیمی، سماجی اور اصلاحی کارنامے بھی انجام دیئے۔

۱۸۵۷ء سے قبل کے زمانے کے گزشتہ کے ساتھ ایسے اخبارات تھے جو سرکاری منشا کے مطابق اداروں کی سرکردگی میں نکلتے تھے۔ دہلی کے قران السعدین کا ہی مقالہ کمیٹی کے ممبر سب ہی گورنمنٹ اور فوائد الناظرین اور محب ہند کی ایک ایک کاپی مقامی کمیٹی کے جاری سکریٹری مسٹر ٹیلر کو بھی جاتی تھی جو ان کا مطالعہ کرتے تھے۔ یہ لوگ ایم سرکاری تھے اور خاص طور پر انگریز تھے۔

آگرہ کے تقریباً تمام اخبار سوائے زبدۃ الاخبار کے آگرہ کالج جو سرکاری کالج تھا اس کی پالیسی کے مطابق چلتے تھے اور ان اخبارات کے مہتمم و ایڈیٹر بھی آگرہ کے اساتذہ ہی ہوتے تھے۔ چنانچہ آگرہ کے اخبارات اور کتابوں پر گورنر جنرل کی خاص نظر عنایت تھی وہ ان کو خریدتے تھے جس کی تصدیق ۲۰ اکتوبر ۱۸۴۷ء کا اسعد الاخبار آگرہ کرتا ہے۔ گورنر جنرل کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"۔۔۔ حضور صاحب مطابع قرآن کی جس توجہ اور التفات کے از بس ثنا خواں ہیں اور یہ انہی کی قدر شناسی کا سبب ہے کہ اس شہر میں کئی مطبع جدید قائم ہوئے کیوں کہ حضور والا ہر ایک مطبع کی چھپی ہوئی کتاب بقدر حالی تمام خریدتے اور اپنے حضور میں طلب فرماتے ہیں اور جمیع مطابع کے اخبار بھی لیتے ہیں۔"

یہی حالت تقریباً پنجاب اور دوسرے مقامات کے اخبارات کی اس زمانہ میں تھی۔ کثرت کے ساتھ خوشامدی اور سرکار کے رحم و کرم پر چلنے والے تھے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان اخبارات نے علمی، سیاسی، تاریخی، سماجی اور اصلاحی خدمت نہیں کی ہے۔ کی ہے اور ایسی خدمات انجام دی ہیں اور اپنے اخبارات و رسائل میں ایسے معیاری اور شاہکار مضامین چھاپے ہیں جو اپنی نظیر آپ ہیں۔ ان اخباروں میں ہر اقتباس بہ اعتبار بہا علوم کا خزانہ ہے۔ جس قسم کا پیاسا ان کے پاس جائے گا وہ سیراب ہو کے لوٹے گا۔ اس مختصر سی نشست کے لئے یقیناً یہ مقالہ طویل ہے لیکن عنوان کے اعتبار سے بہت مختصر ہے جس میں تحقیق اور اخبارات کے بیشتر پہلوؤں کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ میں نے اس اجلاس میں شرکت کے لئے آپ حضرات کو جو تکلیف دی ہے اس کے دو مقصد ہیں۔

اول: یہ کہ تقریباً ڈیڑھ سو سال کے اردو کے قدیم و جدید اخبارات میں صرف سیاسی ہی نہیں بلکہ ادبی، علمی، سماجی، معاشی اور تعلیمی واقعات و حالات ایسے ملتے ہیں جو تاریخی و ادبی وغیرہ کتابوں میں ناپید ہیں۔ ان سے استفادہ کیا جائے اور قدیم و جدید اخبارات کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک اخبارات کے نام کی لائبریری قائم کی جائے۔

دوئم: یہ کہ میں تاریخ صحافت اردو کی تین جلدیں ۱۹۰۰ء تک کے اخبارات پر مرتب کر چکا ہوں، جو طبع ہو چکی ہیں۔ بقایا تین جلدیں ۱۹۰۱ء سے ۱۹۴۷ء تک کے اخبارات پر مشتمل ہوں گی۔ چوں کہ اس دور کے کافی اخبارات جاری ہیں اور ان سے متعلق صحافی حضرات بھی حیات ہیں اور یہ دور ہے کہ موجودہ صحافی حضرات سے قلمی اعانت اور معلومات فراہم کئے بغیر ان جلدوں کا مرتب ہونا مشکل ہے۔ اس لئے اہل قلم حضرات سے جو اس موضوع سے دلچسپی رکھتے ہیں، ان سے درخواست کروں گا کہ ان جلدوں کے مرتب کرنے میں میرا ہاتھ بٹائیں اور اس سلسلے کی جو معلومات ان کے پاس ہوں اس سے مجھ کو مطلع فرمائیں اور صحافی حضرات اپنے حالات زندگی اور جن اخبارات سے ان کا تعلق رہا ہو ان کے حالات لکھ کر عنایت فرمائیں اور اپنے فوٹو بھی ارسال کریں میں ان کا بے حد ممنون ہوں گا۔

اس اجلاس میں ۱۸۳۰ء تا ۱۸۸۵ء سے قبل کے جن اخبارات کی نمائش ہوئی ہے یا جو میرے والد ماجد مولوی شرف الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانے میں ہیں، ان کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ جام جہاں نما کلکتہ۔ ۲۰ دسمبر ۱۸۳۰ء، ۳ جنوری ۱۸۳۱ء، ۲۹ دسمبر ۱۸۴۲ء (تین پرچے)
۲۔ دہلی اردو اخبار دہلی۔ ۱۷ دسمبر ۱۸۴۰ء، ۳ جنوری ۱۸۴۱ء، ۲ اگست ۱۸۵۰ء (تین پرچے)
۳۔ سراج الاخبار دہلی۔ ۱۷ جنوری ۱۸۴۷ء کا ایک پرچہ)
۴۔ قران السعدین دہلی۔ یکم جنوری تا یکم ستمبر ۱۸۴۸ء
۵۔ خیر خواہ ہند دہلی۔ اکتوبر ۱۸۴۷ء
۶۔ محب ہند دہلی۔ جنوری ۱۸۴۹ء
۷۔ صادق الاخبار دہلی۔ ۵ جنوری ۱۸۵۳ء
۸۔ کوہ نور لاہور۔ یکم جولائی ۱۸۵۰ء، ۱۲ فروری ۱۸۵۱ء، ۲ نومبر ۱۸۵۵ء (تین پرچے)
۹۔ اسعد الاخبار آگرہ۔ فائل ۱۸۴۸ء تا ۱۸۵۲ء
۱۰۔ رسالہ تاریخ بغاوت ہند آگرہ۔ ۱۸۵۹ء تا ۱۸۶۲ء تک کے فائل۔
۱۱۔ گلدستہ شعراء لکھنؤ۔ دسمبر ۱۸۵۴ء تا ۱۸ فروری ۱۸۶۱ء
۱۲۔ اخبار عالم میرٹھ۔ ۱۴ اکتوبر ۱۸۶۵ء، ۳ جنوری ۱۸۹۲ء اور ۱۸۹۵ء کے متفرق پرچے
۱۳۔ اکمل الاخبار دہلی۔ یکم اپریل ۱۸۶۸ء (متفرق پرچے)
۱۴۔ رسالہ دہلی سوسائٹی دہلی۔ فائل نمبر ۱ ۱۸۶۶ء و دیگر تین سال کے فائل۔
۱۵۔ اخبار سائنٹفک سوسائٹی علی گڑھ۔ ۴ مئی ۱۸۶۶ء
۱۶۔ شعلہ طور کانپور۔ ۲ جنوری ۱۸۶۵ء
۱۷۔ تہذیب الاخلاق علی گڑھ۔ پہلی جلد مکمل یکم شوال ۱۲۸۷ھ، دوئم، چہارم اور پانچویں جلد مکمل
۱۸۔ رسالہ اتالیق پنجاب لاہور۔ مارچ ۱۸۷۰ء
۱۹۔ رسالہ انجمن مذاکرہ علمیہ کلکتہ۔ ۲۳ نومبر ۱۸۷۰ء
۲۰۔ رسالہ عرب سرائے دہلی۔ مئی لغایت دسمبر ۱۸۷۲ء، ستمبر لغایت دسمبر ۱۸۷۳ء
۲۱۔ رسالہ خیر المواعظ۔ یکم صفر ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳ء
۲۲۔ رسالہ انجمن رفاہ عام راجپوتانہ اجمیر۔ اپریل لغایت اگست ۱۸۷۳ء
۲۳۔ گزٹ ممالک مغربی و شمالی۔ ۱۰ مئی ۱۸۷۳ء
۲۴۔ مراسلہ کشمیر۔ جولائی تا نومبر ۱۸۷۳ء
۲۵۔ تاج الاخبار رامپور۔ ۹ دسمبر ۱۸۷۵ء تا ۱۰ فروری ۱۸۷۶ء
۲۶۔ ناصر الاخبار دہلی۔ یکم جنوری ۱۸۷۶ء تا یکم اگست ۱۸۷۷ء۔
۲۷۔ اودھ پنچ لکھنؤ۔ مکمل پہلی جلد ۱۸۷۷ء
۲۸۔ رسالہ اشاعت السنہ لاہور۔ مئی ۱۸۷۷ء وغیرہ۔
۲۹۔ مراۃ الہند لکھنؤ۔ ۱۵ فروری ۱۸۷۸ء
۳۰۔ دبدبۂ سکندری رامپور۔ ۱۸۷۹ء کا مکمل فائل، ۱۸۸۴ء، ۱۸۸۵ء کا مکمل فائل۔
۳۱۔ رسالہ انجمن قصور۔ جولائی تا دسمبر ۱۸۸۰ء
۳۲۔ نقش گزٹ دہلی۔ مئی ۱۸۸۱ء (متفرق پرچے)
۳۳۔ تیرھویں صدی آگرہ۔ شوال ۱۲۹۷ھ، شعبان ۱۲۹۸ھ، رمضان ۱۲۹۸ھ
۳۴۔ زمانہ آگرہ۔ محرم ۱۳۰۱ھ تا ربیع الاول ۱۳۰۱ھ (تین پرچے)
۳۵۔ انتخاب قوانین و لطائف شام لال۔ جنوری تا اپریل ۱۸۸۰ء (چار پرچے)
۳۶۔ چمن سخن بدایوں۔ نومبر ۱۸۸۴ء
۳۷۔ گلدستہ ناز بمبئی۔ مئی ۱۸۸۵ء
۳۸۔ خادم ہند بمبئی۔ ۱۹ اگست تا ۱۶ اگست ۱۸۸۳ء
۳۹۔ پیام یار لکھنؤ۔ جون ۱۸۸۳ء
۴۰۔ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ۔ ۳ مارچ تا ۲۸ اپریل ۱۸۸۳ء
۴۱۔ دامن گلچیں لکھنؤ۔ فروری ۱۸۸۵ء
۴۲۔ آئینہ سخن انبالہ۔ ۱۵ ستمبر ۱۸۸۵ء
۴۳۔ چمنستان سخن لکھنؤ۔ اکتوبر، نومبر ۱۸۸۵ء
۴۴۔ مرقع نگار لکھنؤ۔ فروری ۱۸۸۵ء
۴۵۔ ریاض سخن رامپور۔ ۱۸۸۵ء
۴۶۔ رسالہ فنون حیدرآباد دکن۔ جنوری تا فروری ۱۸۸۵ء
۴۷۔ تحفۂ عشاق لکھنؤ۔ دسمبر ۱۸۸۴ء، فروری ۱۸۸۵ء
۴۸۔ رسالہ ذکر حکمت لاہور۔ جنوری تا دسمبر ۱۸۸۳ء

۴۹۔ گلدستۂ تہذیب سخن کلکتہ۔ فروری تا مئی ۱۸۸۸ء
۵۰۔ آشوب محشر فرخ آباد، مارچ ۱۸۸۵ء
۵۱۔ تاڑ برقی کانپور۔ مئی ۱۸۸۶ء
۵۲۔ منشور محمدی بنگلور۔ ۱۲ر نومبر ۱۸۸۸ء تا ۲۸ر جولائی ۱۸۸۹ء۔
۵۳۔ اودھ اخبار لکھنؤ۔ ۲ر جنوری تا ۱۵ر فروری ۱۸۸۵ء۔
۵۴۔ رسالہ انجمن حمایت اسلام لاہور۔ ۳۱ر جنوری ۱۸۸۶ء وغیرہ۔
۵۵۔ نقد بہار لکھنؤ۔ جنوری ۱۸۸۸ء
۵۶۔ دلگداز لکھنؤ۔ فائل ۱۸۸۸ء، ۱۸۸۹ء
۵۷۔ دھرم جیون لاہور۔ ۵ر جنوری تا ۲۸ر دسمبر ۱۸۸۹ء و ۷ر جنوری تا ۲۸ر نومبر ۱۸۸۸ء
۵۸۔ شحنۂ ہند میرٹھ۔ ۱۷ر اپریل ۱۸۸۸ء وغیرہ
۵۹۔ نظم اخبار لکھنؤ۔ ۱۶ر اگست ۱۸۸۸ء بقایا کچھ پرچے اور۔
۶۰۔ آفتاب سخن سرسی۔ جون جولائی ۱۸۸۸ء
۶۱۔ اخبار نسیم سحر مرزا پور۔ نومبر ۱۸۸۹ء
۶۲۔ گلزار خلد قنوج۔ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ، دیگر نو پرچے۔
۶۳۔ کارنامہ لکھنؤ۔ ۲ر نومبر ۱۸۸۵ء
۶۴۔ بہار گوہر کاجے پور، ستمبر ۱۸۹۰ء (متفرق پرچے)
۶۵۔ اخبار خیر خواہ عالم دہلی۔ یکم جنوری ۱۸۹۰ء (متفرق پرچے)
۶۶۔ کایستھ مترا لاہور۔ اپریل ۱۸۹۲ء
۶۷۔ کایستھ سماچار الہ آباد۔ ۱۹ر جون ۱۸۹۰ء (متفرق پرچے)
۶۸۔ رسالہ حسن حیدر آباد دکن۔ جولائی ۱۸۹۱ء
۶۹۔ گلچیں گورکھپور۔ اپریل ۱۸۹۲ء
۷۰۔ اخبار عام لاہور۔ ۱ر فروری تا ۱۵ر جولائی ۱۸۹۳ء
۷۱۔ پیسہ اخبار لاہور۔ ۳۰ر جنوری ۱۸۹۳ء (متفرق پرچے)
۷۲۔ اخبار تبلیغ جبل پور۔ ۱۵ر مئی ۱۸۹۳ء (متفرق پرچے)
۷۳۔ دامن بہار آگرہ۔ جون ۱۸۹۳ء (متفرق پرچے)
۷۴۔ رسالہ جلسہ احباب شملہ مظفر نگر۔ ۳۰ر اپریل ۱۸۹۳ء
۷۵۔ اخبار مسلم ہیرالڈ بمبئی۔ ۵ر ستمبر ۱۸۹۳ء تا ۲۸ر اکتوبر ۱۸۹۳ء
۷۶۔ تنویر پنچ قنوج۔ یکم اپریل ۱۸۹۴ء (متفرق پرچے)
۷۷۔ بشیر الملک بمبئی۔ ۲۲ر اگست ۱۸۹۳ء
۷۸۔ الوقت گورکھپور۔ ۱ر جنوری تا ۱۱ر مارچ ۱۸۹۴ء
۷۹۔ رفیق الاخبار بنارس۔ ۱۶ر اپریل ۱۸۹۴ء (متفرق پرچے)
۸۰۔ مدرسہ علوم اسلامیہ لاہور ۱۸۹۳ء
۸۱۔ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میگزین علی گڑھ۔ اگست ۱۸۹۴ء (متفرق پرچے)
۸۲۔ دہلی پنچ دہلی۔ ۸ر جنوری ۱۸۹۵ء، ۸ر اپریل ۱۸۹۵ء (دو شمارے)
۸۳۔ کرنیل مراد آباد۔ ۸ر جولائی ۱۸۹۵ء (متفرق پرچے)
۸۴۔ دکن گزٹ حیدر آباد دکن۔ ۸ر جنوری ۱۸۹۵ء متفرق پرچے)
۸۵۔ مراۃ الاخبار بمبئی۔ ۱۴ر ستمبر ۱۸۹۵ء (دو پرچے اور)
۸۶۔ پیام عاشق قنوج۔ اپریل ۱۸۹۵ء
۸۷۔ انفس الاخبار دہلی۔ ۸ر اپریل ۱۸۹۵ء (متفرق پرچے)
۸۸۔ جام جمشید مراد آباد۔ ۳ر فروری ۱۸۹۵ء (متفرق پرچے)
۸۹۔ پروانہ میرٹھ۔ اکتوبر ۱۸۹۶ء
۹۰۔ بمبئی پنچ بہادر۔ ۳ر جنوری تا ۳ر فروری ۱۸۹۷ء
۹۱۔ سلطان الاخبار بمبئی۔ ۶ر جنوری تا ۲۸ر فروری ۱۸۹۸ء
۹۲۔ گلدستہ مداح النبی بجنور۔ ۳ر اپریل ۱۸۹۷ء
۹۳۔ اخبار آفتاب پنجاب لاہور۔ ۱ر اکتوبر ۱۸۹۸ء
۹۴۔ عروج بہار بمبئی۔ جنوری تا جولائی ۱۸۹۹ء

۹۵۔ مہر نیم روز بجنور۔ ۲۸ر اپریل ۱۸۹۶ء (متفرق پرچے)
۹۶۔ اخبار وکیل امرتسر۔ ۱ر جنوری ۱۸۹۸ء (متفرق پرچے)
۹۷۔ سول اینڈ ملٹری نیوز لدھیانہ۔ ۱۷ر اکتوبر ۱۸۹۹ء (متفرق پرچے)
۹۸۔ گلدستہ منشور شفاعت بمبئی۔ ربیع الثانی ۱۳۰۸ھ (متفرق پرچے)
۹۹۔ مفید ہند دہلی۔ یکم اگست ۱۸۸۸ء
۱۰۰۔ گلدستہ نسیم فردوس الہ آباد ۱۸۸۸ء، ۱۸۸۹ء
۱۰۱۔ شمس الاخبار مدراس۔ ۱۶ر اگست ۱۸۹۹ء
۱۰۲۔ رسالہ دہلی ایسوسی ایشن دہلی۔ ۱۵ر اپریل ۱۸۶۷ء
۱۰۳۔ ادیب فیروز آباد۔ جنوری اپریل ۱۸۹۸ء
۱۰۴۔ انطباعات آگرہ۔ جنوری ۱۸۹۹ء
۱۰۵۔ رسالہ انجمن مناظرہ دہلی۔ جولائی ۱۸۸۱ء
۱۰۶۔ گلدستہ سخن لدھیانہ۔ نومبر ۱۸۹۶ء
۱۰۷۔ الپنچ پٹنہ۔ ۱۸ر نومبر ۱۸۹۶ء
۱۰۸۔ ریاض الاخبار گورکھپور۔ ۱۲ر جولائی ۱۸۹۱ء
۱۰۹۔ اردو بہار ہیرالڈ اینڈ کرانیکل پٹنہ۔ ۵ر فروری ۱۸۸۷ء
۱۱۰۔ مرقع تہذیب لکھنؤ۔ یکم اکتوبر تا نومبر ۱۸۷۲ء
۱۱۱۔ گلدستہ سخن لاہور۔ نومبر دسمبر ۱۸۸۰ء
۱۱۲۔ اخباروں کا قبلہ گاہ لاہور۔ ۱۹ر اگست ۱۸۸۱ء، ۸ر مارچ ۲ر جولائی ۱۸۸۱ء
۱۱۳۔ خادم الاسلام کلکتہ۔ یکم نومبر ۱۹۰۰ء
۱۱۴۔ سروش روزگار آگرہ۔ ۲۳ر نومبر ۱۹۰۰ء
۱۱۵۔ دہلی پنچ لاہور۔ ۲۰ر اگست ۱۸۸۲ء
۱۱۶۔ مخزن مسیحی الہ آباد ۱۸۸۸ء کے علاوہ پانچ سال کے فائل
۱۱۷۔ البشیر اٹاوہ۔ ۱۷ر جولائی ۱۸۹۹ء
۱۱۸۔ گوالیار گزٹ، گوالیار۔ ۲۹ر مئی ۱۸۹۸ء و ۸ر اکتوبر ۱۸۹۹ء
۱۱۹۔ خدنگ نظر لکھنؤ۔ مارچ ۱۹۰۲ء (متفرق پرچے)
۱۲۰۔ نسیم دہلی۔ ۲ر جولائی ۱۹۰۱ء (متفرق پرچے)
۱۲۱۔ رسالہ روشنی لکھنؤ۔ جنوری تا دسمبر ۱۸۹۸ء

میرے والد ماجد مولوی شرف الحق صاحب کے کتب خانہ میں ۱۹۰۱ء سے ۱۹۱۹ء تک کے حسب ذیل اخبارات بھی ہیں۔

۱۲۲۔ دار العلوم دہلی۔ ۱۸ر اکتوبر ۱۹۰۱ء تا ۱۰ر جون ۱۹۰۳ء
۱۲۳۔ علی گڑھ منتھلی علی گڑھ۔ اگست ۱۹۰۳ء تا دسمبر ۱۹۰۶ء
۱۲۴۔ النذیر میرٹھ۔ ستمبر ۱۹۰۴ء تا فروری ۱۹۰۶ء
۱۲۵۔ تعلیم الاسلام، بنارس۔ جون ۱۹۰۵ء تا دسمبر ۱۹۰۶ء
۱۲۶۔ کاشف العلوم دہلی۔ اپریل ۱۹۰۳ء تا جولائی ۱۹۰۳ء
۱۲۷۔ خاتون علی گڑھ۔ جولائی ۱۹۰۴ء تا جون ۱۹۰۵ء
۱۲۸۔ آفتاب علی گڑھ۔ مارچ اپریل جولائی ستمبر ۱۹۰۷ء
۱۲۹۔ تحفۂ بمبئی۔ جولائی ۱۹۰۷ء
۱۳۰۔ ترقی لاہور۔ جنوری ۱۹۰۷ء تا جنوری ۱۹۰۸ء
۱۳۱۔ مشیر سادن۔ اگست ۱۹۰۸ء
۱۳۲۔ عصمت دہلی۔ ستمبر ۱۹۰۸ء، مارچ ۱۹۰۹ء
۱۳۳۔ اتحاد مذاہب عالم رنگون۔ جنوری ۱۹۰۸ء
۱۳۴۔ ایشیا امرتسر۔ دسمبر ۱۹۰۸ء، جنوری ۱۹۰۹ء
۱۳۵۔ آریہ مسافر جالندھر۔ اپریل ۱۹۰۹ء
۱۳۶۔ تشحیذ الاذہان قادیان۔ جنوری تا دسمبر ۱۹۱۱ء
۱۳۷۔ تمدن دہلی۔ اپریل ۱۹۱۱ء
۱۳۸۔ البرہان لاہور۔ مارچ ۱۹۱۱ء

۱۲۹۔ ضیاء الاسلام، مراد آباد ۔ ۵ مئی ۱۹۱۱ء
۱۳۰۔ مرقع، آگرہ ۔ جولائی، اگست ۱۹۱۲ء، جنوری تا مارچ ۱۹۱۳ء
۱۳۱۔ معیار، لکھنؤ ۔ جنوری ۱۹۱۳ء
۱۳۲۔ نظام المشائخ، دہلی ۔ نومبر ۱۹۰۹ء (دیگر پرچے)
۱۳۳۔ طالب دیدار، میرٹھ ۔ جنوری فروری ۱۹۱۳ء
۱۳۴۔ رسالہ الہلال، دہلی ۔ اگست ۱۹۱۲ء (دیگر پرچے)
۱۳۵۔ مفتاح الاسرار، جالندھر ۔ اپریل مئی جولائی ۱۹۱۳ء
۱۳۶۔ جمال سخن، دہلی ۔ فروری ۱۹۱۱ء
۱۳۷۔ ترقی سخن، بمبئی ۔ جنوری مارچ ۱۹۱۲ء
۱۳۸۔ افادہ، آگرہ ۔ ۳۱ مارچ ۱۹۱۴ء (چند پرچے)
۱۳۹۔ شاہد سخن، حیدرآباد دکن ۔ فروری ۱۹۱۲ء

۱۵۰۔ گلدستہ سراج سخن، مدراس ۔ جون ۱۹۱۵ء
۱۵۱۔ کرزن گزٹ، دہلی ۔ ۱۹۱۲ء کا پورا فائل۔
۱۵۲۔ رسالہ ہمدرد، آگرہ ۔ مارچ اپریل ۱۹۱۲ء
۱۵۳۔ اخبار الہلال، دہلی ۔ ۱۹۱۲ء ۱۹۱۳ء کا مکمل فائل۔
۱۵۴۔ صوفی، پنڈی بہاؤالدین ۔ دسمبر ۱۹۱۶ء (دیگر پرچے)
۱۵۵۔ پیام امید، لاہور ۔ مئی ۱۹۱۰ء (دیگر پرچے)
۱۵۶۔ مخبر گزٹ، لاہور ۔ نومبر ۱۹۱۹ء (دیگر پرچے)
۱۵۷۔ نظام، لاہور ۔ مئی ۱۹۱۹ء
۱۵۸۔ انتخاب لاجواب، لاہور ۔ ۱۳ جنوری تا ۱۸ جون ۱۹۱۸ء
۱۵۹۔ اردوئے معلیٰ، علی گڑھ ۔ ۱۱ مئی ۱۹۱۱ء جولائی ۱۹۱۲ء
۱۶۰۔ رسالہ افسر، حیدرآباد دکن ۔ یکم جنوری ۱۹۰۱ء

۱۶۱۔ معیار الانشاء، حیدرآباد دکن ۔ فروری ۱۹۰۳ء
۱۶۲۔ زبان، دہلی ۔ فروری تا مئی ۱۹۱۰ء
۱۶۳۔ مخزن جاوید، بمبئی ۔ مارچ ۔ اگست ۱۹۰۵ء متفرق پرچے۔
۱۶۴۔ کمال ۔ دہلی ۔ اپریل ۱۹۱۰ء متفرق پرچے۔

امداد صابری
محلہ چوڑی والان دہلی
۳۰ مارچ ۱۹۶۵ء

جدید پرنٹنگ پریس، گلی کبابیان دہلی میں طبع ہوا۔